الحاج محمد اسحاق قلبی سے

فاتح مصر ــــ حضرت عمرو بن العاص رض

حضرت عمرو بن العاص رض مکہ کے مشہور قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ قریش کا یہ قبیلہ متعدد خاندانوں پر مشتمل تھا جس میں قلت و کثرت، طاقت و قوت اور شرف و عزت کے لحاظ سے کافی تفاوت پایا جاتا تھا۔ قریش کے جو خاندان جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شرف و عزت کے لحاظ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے وہ دس تھے ۱۔ بنو ہاشم ۲۔ بنو امیہ ۳۔ بنو نوفل ۴۔ بنو عبد الدار ۵۔ بنو اسد ۶۔ بنو تیم ۷۔ بنو مخزوم ۸۔ بنو عدی ۹۔ بنو جمح (۱۰) بنو سہم

بنو سہم کو جہاں ایک طرف تعداد کی کثرت، دولت و ثروت کی فراوانی کے لحاظ سے قریش پر امتیاز حاصل تھا وہاں سیاسی لحاظ سے بھی وہ مکہ میں۔ ایک بلند ترین حیثیت کے مالک تھے اور شہر کے نظم و نسق میں دوسرے معزز قبائل کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ خانہ کعبہ میں بتوں پر جو بکثرت چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ وہ بھی سب کے سب بنو سہم کے پاس جمع ہوتے تھے

حضرت عمرو بن العاص رض کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ عمرو بن العاص بن وائل بن ہشام بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب یعنی ساتویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب حضور سرور کائنات سے مل جاتا ہے

حضرت عمرو کے والد العاص بن وائل کو زمانہ جاہلیت میں بڑی عزت و شہرت حاصل تھی۔ اس کا شمار عرب جاہلیت کے بڑے بڑے سرداروں اور اعیان و اشراف میں ہوتا تھا۔ وہ بنی سہم کا سب سے بڑا شخص اور حرب الفجار ثانی میں فوج کا سپہ سالار تھا۔

یوں تو اس قبیلے کے بیشتر لوگ اعلیٰ صفات سے متصف تھے لیکن اس کے چند افراد کو خصوصیت سے نمایاں حیثیت حاصل تھی قیس بن عدی کا نام عزت و شرف میں ضرب المثل تھا۔ حارث بن سعید بن سہم مہمان نوازی اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اور عبداللہ بن زبعری بن قیس بن عدی کا شمار قریش کے بلند پایہ شعراء میں ہوتا

تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت حرملہ تھا۔ اور نابغہ ان کا لقب تھا۔ وہ ایک قحطانی قبیلے قضاعہ کی شاخ بنو عذرا سے تعلق رکھتی تھیں۔ ڈاکوؤں نے قبیلے پر حملہ کر دیا۔ اور اسے قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے سوقِ عکاظ میں فاکہ بن مغیرہ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ فاکہ سے اسے عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا۔ اور عاص بن وائل کو ھدیتہً دے دیا۔ اس قبیلے کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ بنو عذرا بن سعد بن ھذیم۔ بن زید بن لیث بن مسعود بن اسلم بن الحافی بن قضاعہ۔

حضرت عمرو بن العاص نے عرب کے ایک بڑے متمول گھرانے میں پرورش پائی اور جوانی کا زمانہ مکہ کے شرفا کے لڑکوں کے ساتھ گزارا۔ باقاعدہ لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اس میں کافی مہارت حاصل کی۔ ان کی طبیعت شعر گوئی کی طرف خوب مائل تھی۔ ان کے بہت سے شعر مروی ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص کا قد چھوٹا تھا لیکن اعضا بہت مضبوط تھے۔ اور ان کا جسم ہر قسم کی محنت و مشقت برداشت کرنے کے قابل تھا۔ ان کی پیشانی کشادہ آنکھیں سیاہ اور موٹی تھیں۔ ڈاڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے تھے چہرہ بڑا شاندار تھا۔ بشرے سے سرداری اور سیاست کے آثار ظاہر تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تھا کہ ابو عبداللہ کا چہرہ تو واقعی کسی سردار کا معلوم ہوتا ہے۔ ان کی قوتِ حافظہ بڑی تیز تھی۔ عزم اور ارادے کے دھنی تھے۔ نوّے سال کی عمر میں بھی جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتے تو اسے پورا کر کے چھوڑتے تھے۔ آپ حضرت عمر بن الخطاب سے عمر میں سات سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمر میں ۲۸ برس بڑے تھے یعنی بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۴ برس تھی۔ لہٰذا جناب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھ برس چھوٹے تھے۔

دیگر اہل مکہ کی طرح حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا پیشہ بھی تجارت تھا۔ ان کے تجارتی قافلے جزیرہ نمائے عرب سے حبشہ، یمن، شام اور اطرافِ عراق میں جایا کرتے تھے۔ اس طرح انہیں اس زمانے کی متمدن دنیا کے لوگوں سے میل جول بڑھانے اور ان کی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ کرنے کا بہت اچھا موقع مل گیا تھا۔ انھوں نے جوانی میں شام، حبشہ اور مصر کے متعدد سفر کیے تھے۔ ان سفروں کے دوران انہیں مختلف اقوام سے ملنے کا

اتفاق ہوا تھا جس سے ان کے علم میں بے حد اضافہ ہوا۔ دینی افکار کو جلا ملی۔ مختلف علاقوں کے حالات اور وہاں کے رسم و رواج سے اچھی طرح واقفیت ہو گئی۔ ذہن صیقل ہو گیا اور جہالت کی تاریکی کی بجائے علم کی روشنی پھیل گئی۔

شجاعت، بے خوفی، ہمت اور استقلال، علم و حکمت، عقلمندی وفاداری کی صفات جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں جمع تھیں وہ مشاہیر عالم میں سے بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہیں۔ وہ منجملہ ان ستونوں میں سے تھے جن پر عرب کی سیاست کی عمارت کھڑی تھی۔ وہ یکتائے زمانہ النسان تھے عربوں میں فراست کے اعتبار سے جو مرتبہ انہیں حاصل تھا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا سرزمین عرب کو ان پر فخر تھا۔

جب مسلمانوں پر قریش مکہ کے مظالم ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ تعمیل ارشاد میں ۸۳ مردوں اور اٹھارہ عورتوں کا قافلہ مکہ سے بجانب حبشہ روانہ ہوا۔ ان مہاجرین کی حبشہ میں خوب پذیرائی ہوئی۔ مشرکین مکہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیگر متبعین کو اپنے بھائیوں کی پُرآسائش زندگی کا حال معلوم ہو گا تو وہ بھی بھاگ کر حبشہ چلے جائیں گے اور وہاں آہستہ آہستہ اپنی طاقت بڑھا کر مکہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ قریش مکہ مسلمانوں کو واپس لانے کی تدابیر کرنے لگے لیکن مسلمانوں کو حبشہ سے واپس لانا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک نجاشی انہیں اپنے ملک سے نکالنے پر آمادہ نہ ہو جاتا۔ نجاشی کو اپنے ڈھب پر لانے کے لیے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جس کا عقلمندی دور اندیشی، حسن تدبیر اور جرات میں جواب نہ ہو۔ لہذا جس عقدہ کو حل کرنے کے لیے مشرکین مکہ کی دس لاکھ ۸۵ ہزار مربع میل پر پھیلے ہوئے تمام جزیرۃ العرب میں جس شخص پر نگاہیں پڑیں وہ حضرت عمرو بن العاص تھے۔

حضرت عمرو بن العاص جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ جنگ احد اور احزاب میں انہوں نے مشرکین مکہ کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا۔ مسلمانوں کی طاقت دن بدن بڑھتی

جاری تھی حضرت عمرو بن العاص رضؓ بڑی سنجیدگی سے قریش اور مسلمانوں کی کش مکش کے انجام پر غور کرنے لگے۔ انھوں نے یہ سوچا کہ وہ حبشہ میں نجاشی کے پاس چلے جائیں۔ اور وہاں رہائش اختیار کرلیں۔ اس دوران میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش مکہ کی باہمی کش مکش کے نتائج کا مطالعہ کریں اگر بالآخر محمدؐ کو فتح حاصل ہوئی تو وہ دور رہنے کے باعث آپکی غلامی میں آنے سے بچ جائیں گے۔

حضرت عمرو بن العاص رضؓ کا یہ اقدام بظاہر انھیں اسلام سے دور لے جانے والا تھا لیکن درحقیقت یہی ان کے اسلام قبول کرنے کا باعث بنا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں "جب میں نے یہ تجویز اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کی تو ان سب نے میری تائید کی اور کہا" آپکی رائے بہت درست اور صائب ہے۔ میں نے ان سے کہا اب جب کہ تم نے حبشہ جانے کا قصد کرلیا ہے، تو نجاشی کے لیے کچھ عمدہ سوغاتیں لے چلو۔ ہمارے ہاں چمڑے سے بہتر کوئی سوغات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ہم نے بہت سا چمڑا اکٹھا کیا اور حبشہ کی طرف روانہ ہوگئے

جب ہم نجاشی کے محل کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ عمرو بن امیہ الضمری (جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا) بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہؓ الضمری جا رہا ہے۔ میں نجاشی کے پاس جا کر اسے طلب کروں گا اگر اس نے اسے میرے حوالے کر دیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔

جب میں نجاشی کے دربار میں پہنچا تو حسب دستور اسے سجدہ کیا۔ نجاشی نے کہا آؤ دوست کیا تم اپنے ملک سے میرے لیے کوئی ہدیہ لائے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ جہاں پناہ! لایا ہوں یہ کہہ کر وہ چمڑا جو میں مکہ سے لایا تھا اس کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس نے دیکھ کر بہت پسند کیا میں نے موقع غنیمت جان کر اس سے کہا۔

"جہاں پناہ! میں نے ایک آدمی کو آپ کے دربار سے نکلتے دیکھا ہے وہ ہمارے دشمن کا ایلچی ہے۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی اگر آپ اسے میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے متعدد سرداروں اور معززین کو قتل کیا ہے"۔

یہ سن کر نجاشی سخت غضبناک ہوا اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس زور سے اپنی ناک پر مارا کہ میں نے خیال کیا کہ وہ ضرور ٹوٹ گئی ہو گی۔ میں یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا۔ "جہاں پناہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات ناگوار گزرے گی تو میں کبھی آپ سے ایسا سوال نہ کرتا" اس نے کہا کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ میں اس شخص کے ایلچی کو قتل کرنے کے لیے تمہارے حوالے کر دوں جس کے پاس وہی ناموسِ اکبر (جبرائیل) آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا۔

میں نے عرض کیا۔ جہاں پناہ! کیا واقعہ اسی طرح ہے! اس نے جواب دیا "اے عمرو! تم پر افسوس ہے۔ تم میرا کہا مانو اور اس کی اطاعت قبول کر لو، خدا کی قسم وہ حق پر ہے اور جس طرح موسیٰ فرعون پر غالب آ گئے تھے اسی طرح یہ شخص بھی اپنے دشمنوں پر غالب آ جائے گا۔

میں نے کہا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں کیا آپ اسلام پر میری بیعت لے سکتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کیوں نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اسلام پر اس کی بیعت کر لی۔

نجاشی کے دربار سے نکل کر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور خاص رسول اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی غرض سے مدینہ روانہ ہوا، سرزمینِ عرب پر پہنچے۔ راستے میں مجھے خالد بن ولید مکہ سے آتے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے پوچھا "اے ابوسلیمان کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا مجھ پر یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اس لیے میں اسلام قبول کرنے مدینہ جا رہا ہوں۔ آخر کب تک ہم ان کی مخالفت کرتے چلے جائیں گے۔

میں نے کہا۔ خدا کی قسم! میں بھی مسلمان ہونے کے لیے جا رہا ہوں چنانچہ ہم دونوں مدینہ پہنچے مسجدِ نبوی کے باہر ہم نے اپنی اونٹنیاں ٹھہرائیں اور نئے کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس دوران عصر کی اذان ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے حضورؐ کو ہماری آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا دوسرے مسلمان بھی ہمارے اسلام قبول

کرنے سے بہت خوش تھے سب سے پہلے خالد بن ولید نے اپنا ہاتھ بڑھا کر بیعت کی پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد میری باری آئی۔ میں آگے بڑھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیٹھ گیا۔ لیکن شرم کے مارے میری نگاہ آپ کے سامنے نہ اٹھتی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عمرو! بیعت کرو۔ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی تائید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے حضرت خالد بن ولید اپنے اسلام لانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۔۔۔۔۔۔ جب میں نے مکہ سے نکلنے کی تیاری مکمل کر لی تو میں صفوان بن امیہ سے ملا اور اس سے کہا اے ابو وہب! تم دیکھتے ہو کہ محمد عرب اور عجم پر غالب آ گئے ہیں اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اطاعت قبول کر لیں تو جو شرف ان کو حاصل ہونے والا ہے، اس میں ہم بھی حصہ دار بن جائیں گے صفوان نے جواب دیا۔

اگر تمام دنیا بھی محمد کو قبول کرلے اور میرے سوا ہر شخص مسلمان ہو جائے تب بھی میں ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ میں نے یہ سن کر اپنے دل میں کہا یہ بیچارہ مجبور ہے کیونکہ اس کا باپ اور اس کے بھائی جنگ بدر میں مارے جا چکے ہیں۔ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابو جہل (عمرو بن ہشام) سے ملا اور وہی بات جو میں نے صفوان سے کہی تھی اس سے بھی کہی اس نے بھی وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔ عکرمہ کے کہنے پر عثمان بن طلحہ سے ملا جو میرا دوست تھا۔ اس کا باپ طلحہ، چچا عثمان اور چار بھائی مسافع، جلاس، حرث۔ اور کلاب جنگ احد میں قتل کیے جا چکے تھے۔ میں نے اس سے کہا ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو کھٹ میں چھپی ہوتی ہے لیکن کھٹ میں اگر کثرت سے پانی ڈالا جائے تو اسے وہاں سے نکلنا ہی پڑتا ہے ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ مسلمان ہم پر غالب آجائیں گے کیوں نہ ہم پہلے ہی اسلام قبول کر لیں؟

میری توقع کے قطعاً برعکس عثمان نے فوراً آمادگی ظاہر کر دی اس کے بعد مدینہ چلنے

کی بات ہوئی اور یہ طے پایا کہ اگلے روز صبح سویرے ایک مقام پر ہم دونوں پہنچ جائیں اور جو پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔ اگلے روز ابھی سورج طلوع نہ ہوا تھا کہ ہم دونوں مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے مدینہ کی راہ لی۔ جب ہم ھدّہ کے مقام پر پہنچے تو ہمیں عمرو بن عاص رض ملے جو حبشہ سے آرہے تھے۔ علیک سلیک کے بعد انھوں نے مجھ سے پوچھا۔ ابو سلیمان! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! مجھ پر حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور میں مسلمان ہونے کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ چنانچہ ہم اکٹھے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مدینہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا ہم نے اپنے اونٹ بٹھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہمارے آنے کی خبر پہنچ گئی۔ آپ بہت ہی زیادہ مسرور ہوئے اور فرمایا "مسلمانو! اہل مکہ نے اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔" (فاتح اعظم۔ مولفہ محمد خرج مصری (عربی متن) ص (۷۱-۷۳)

چنانچہ عمرو بن العاص رض بن وائل، حضرت خالد بن ولید رض بن مغیرہ اور حضرت عثمان بن طلحہ تینوں اکٹھے حضور سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہو کر صفر ۸ھ میں ایمان لائے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاص بن وائل اور سیف اللہ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ کی اسلام میں شمولیت پر بجا طور پر شاداں و فرحاں تھے۔ اور یہ حضرات واقعتاً اہل مکہ کے جگر گوشے تھے

حضرت عمرو بن العاص رض اگر حکمت و فراست، دانش و بینش میں یکتائے زمانہ اور بجا طور پر عرب کے سقراط، بقراط، افلاطون اور ارسطو تھے تو میدان جنگ میں بھی ہم نے ان کو کسی سے پیچھے نہیں دیکھا۔ حضرت عمرو بن العاص رض بیان کرتے ہیں کہ "جب سے میں اسلام لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے دوران میں دوسرے مسلمانوں اور میرے اور خالد بن ولید کے درمیان کوئی فرق نہ فرمایا۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے عزم صمیم عقل و خرد اور ذکاوت و فطانت کا حال دوسرے لوگوں سے زیادہ معلوم تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایمان لانے کے فوراً بعد "سریۃ ذات السلاسل" کی قیادت سپرد کی۔ اس سریہ کی اہمیت اور حضرت عمرو بن العاص رض کے مقام کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اسلامی فوج میں تین عظیم المرتبت اور جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق اعظم رض اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمرو بن العاص کی ماتحتی میں موجود تھے۔ اور ابھی انہیں ایمان لائے بہت ہی قلیل عرصہ ہوا تھا۔

قبول اسلام کے بعد جنگ ذات السلاسل پہلی جنگ ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص رض کو قیادت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ جنگ قبیلہ قضاعہ سے لڑی گئی تھی جو مدینہ سے دس دن کے فاصلے پر ذات المقری سے پرے بلی اور عذرہ کی بستیوں میں آباد تھا۔ اسے سریۂ ذات السلاسل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رض اس مہم کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہلا بھیجا کہ میں کپڑے اور ہتھیار پہن کر انکی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب میں تعمیل ارشاد میں حضور کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا۔

"عمرو، میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجوں ۔۔ اللہ تمہیں مال غنیمت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور ہر قسم کے خطرات سے تمہاری حفاظت کریگا"۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے مال و دولت کے لالچ میں اسلام قبول نہیں کیا ۔۔۔ (ایضاً صہ ۹۳)

ذی الحجہ ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تبلیغی مہم پر عمان بھیجا۔ عمان جزیرۃ العرب کے جنوب مشرق میں ایک مملکت تھی جہاں کے باشندے

آگ کی پرستش کرتے تھے حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی مہم میں کامیاب ہو کر شاداں و فرحاں مدینہ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس کارنامہ کی تفصیل بتائی جس میں انہیں تلوار استعمال کرنی پڑی اور نہ کوئی ہتھیار صرف عقل ہی سے گتھی سلجھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس کارنامے پر بہت مسرور ہوئے۔ اور آپ نے مناسب سمجھا کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کو اسی علاقہ سے زکوٰۃ وصول کرنے، وہاں کے لوگوں کو اسلامی احکام سکھانے، کتاب اللہ کا درس دینے اور خدائی نور پھیلانے کا کام سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دوبارہ عمان روانہ فرما دیا

دو سال تک حضرت عمرو بن العاصؓ اپنا مفوضہ کام سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کا خط پہنچا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی وفات کے حادثۂ فاجعہ کی خبر دی گئی تھی۔

جب فتح مکہ کی وجہ سے اسلام کو عرب میں دیگر ادیان پر کلی غلبہ حاصل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ تمام بتوں کو منہدم کر دیا جائے۔ لہٰذا آپ نے چند صحابہ کو ان بتوں کو منہدم کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ چنانچہ خالد بن ولید عزیٰ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو سواع کے انہدام پر مامور کیا گیا اور حضرت سعید بن زید الاشہلی کو منات بت توڑنے کا حکم دیا گیا۔ بعض اوقات یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دنیا کے پہلے بت شکن تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش گئے۔ حضور سرور کائنات کی وفات کے بعد تمام عرب میں ارتداد کا فتنہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ جزیرۃ العرب میں مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے گیارہ جھنڈے تیار کروائے۔ ہر جھنڈا ایک ایک سردار

کے سپرد کیا گیا۔ ہر سردار کے ساتھ فوج کا ایک ایک دستہ تھا۔ ان سرداروں کی روانگی کے وقت ایک ایک قرآن مجید ایک ہی مضمون کا لکھ کر دیا گیا۔ اور تمام سردار ذی القصہ سے جو نجد کی جانب مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے اپنی اپنی فوج کو لے کر اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا اسلام پر ایک عظیم الشان احسان ہے وگرنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد ہی اسلام کا نام ونشان تک مٹ گیا ہوتا۔ یہی وہ عظمت کے مینار تھے جن کی وجہ سے فی الواقع اسلام زندہ رہا۔ عظمت کے ان میناروں میں حضرت عمرو بن العاص رضؓ بھی شامل تھے ذیل میں ہر سردار اور اس کی منزل کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ سب سے پہلے بزرقہ جا کر طلیحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ کریں اور جب وہاں سے فارغ ہو جائیں تو بطاح جا کر مالک بن نویرہ کی سرکوبی کریں۔

۲۔ عظمت اسلام حضرت عکرمہ بن عمرو بن ہشام (ابوجہل) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے سب سے خطرناک دشمن جس کو وحی بھی آتی تھی اور جس نے دعویٰ نبوت کیا اور مدعیہ نبوت سجاح سے شادی کر کے اپنی طاقت بہت بڑھائی ہوئی تھی مسلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔

۳۔ عماد الدین حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو حضرت عکرمہ کے پیچھے انکی مدد کے لیے روانہ کیا اور حکم دیا گیا کہ جب مسیلمہ سے فراغت حاصل کر لیں تو حضرموت جا کر بنو کندہ پر حملہ کریں۔

۴۔ قوۃ الایمان حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو اسود عنسی، عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح تین طاغوتی طاقتوں کی سرکوبی کے لیے صنعا روانہ کیا گیا۔

۵۔ فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاص بن وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنو قضاعہ جیسی

الحطر قوم کی طبیعت صاف کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔

۶۔ فخر الاسلام حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن جا کر اہل تہامہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۷۔ سیف الدین حضرت خالد بن سعید بن العاص الاموی القرشی رضؓ کو شام کی سرحدوں سے قبائل کو مطیع کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔

۸۔ حصن الایمان حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو عمان جا کر ذی التاج لقیط بن مالک سے جنگ کا حکم دیا گیا۔

۹۔ علاؤ الدین حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا گیا۔

۱۰۔ اسد الاسلام حضرت قرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ کو اہل مہرہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔

۱۱۔ جلال نشاد اسلام حضرت محمد بن حاضر الاسلمی رضی اللہ عنہ کو اہل ہوازن سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ اسلام کی ساری تاریخ میں یہی وقت سب سے کڑی آزمائش کا تھا۔ اور یہی وہ فدایان دین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو صحیح معنوں میں پاسبانِ اسلام کہلانے کے مستحق ہیں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضؓ کے عزم، استقلال، فراست اور عظمت سے مندرجہ بالا بہادروں اور اسلام کے ان سپوتوں کی وجہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دین آج تک قائم ہے۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر خلیفۃ الرسول نے جو گیارہ علم تیار کروائے تھے ان میں سے ایک علم جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لیے بھی تھا۔ آپ نے انہیں بنو قضاعہ کے مرتدین سے جنگ کرنے کا کام سپرد فرمایا۔ چونکہ حضرت عمرو بن العاص رضؓ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی جنگ ذات السلاسل میں قبیلہ بنو قضاعہ سے لڑ چکے تھے اور اس قبیلہ کے تمام حالات اور تمام راستوں سے واقف تھے

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے فتنہ ارتداد فرو کرنے کے لیے حضرت خالد بن سعید بن العاص الاموی القرشیؓ کو شام کی سرحد پر روانہ فرمایا تھا۔ ملک شام میں شہنشاہِ روم ہرقل کی حکومت تھی۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص کو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم تھا کہ سوا ان قبائل کے جو ارتداد اختیار کر چکے ہیں اردگرد کے دیگر قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ شاہ ہرقل سے ہرگز جنگ کا آغاز نہ کریں جب تک دشمن خود پہل کر کے ان کے مقابلے پر نہ آجائے۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص الاموی القرشی رضی اللہ نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احکام پر پوری طرح عمل کیا جس کے نتیجے میں چند دن کے اندر ان کے جھنڈے کے نیچے ایک لشکر جرار جمع ہو گیا۔

جب ہرقل کو اپنی حدود پر اس عظیم الشان لشکر کے اجتماع کی خبر ملی تو اس نے بھی پورے زور شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص نے فوراً امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کو ایک خط لکھا جس میں ہرقل کی جنگی تیاریوں کا ذکر کر کے رومی سرحدوں پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی۔

اس زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص مرتدین سے فراغت پا کر قضاعہ میں مقیم تھے۔ آپ نے انہیں ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا۔ "اے ابوعبداللہ! میں تمہارے سپرد ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جو دین اور دنیا دونوں اعتبار سے تمہارے لیے بہتر ہے۔" حضرت عمرو بن العاص نے جواب میں لکھا:

"میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور اللہ کے بعد آپ اس کے تیر انداز ہیں جس طرف آپ کو کوئی خطرہ نظر آئے اسے بلا تامل آپ چلائیے۔ یہ بہت سخت اور دشمنوں کے جگر کو چھلنی کرنے والا ہے۔"

چنانچہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر نے شام بھیجنے کے لیے چار لشکروں

بقیہ صفحہ ۲ پر